مسیحی علم کلام اور سماجی اصلاحات

ہارون ناصر
کرسچین اسٹڈی سنٹر، راولپنڈی

ترجمہ: ثاقب اکبر

دنیا کے بہت سے حصوں میں مسیحیت کے پیروکار سیاسی اور سماجی تحریکوں میں شریک رہے ہیں۔ ان تحریکوں میں عام آدمی کو متحرک کرنے کے لیے ان کلامی تعبیرات نے اہم کردار ادا کیا جو مسیحی مذہبی فکر کے تحت اختیار کی گئی ہیں۔ یہ مضمون بعض ایسی تعبیرات کا تعارف ہے۔

تعارف

انسانی زندگی ہمیشہ معاشرتی صورت میں رہی ہے، ایک ایسی سماجی زندگی جو متعدد سماجی اور اخلاقی مسائل کو جنم دیتی ہے۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے کسی مستند اور یقینی طرز فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح سے کوئی ایک صحیح طرز عمل کا ادراک کر سکتا ہے۔ پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجھے اور آپ کو اس دنیا میں کس طرح سے رہنا چاہیے۔ اس کے ایک سے زیادہ جوابات ہو سکتے ہیں لیکن کونسا جواب بہترین ہے کہ جس پر عمل کیا جانا چاہیے؟ یہ دراصل ایک اور مشکل سوال ہے جس کا جواب کسی اور ایسے طریق کار سے دیا جانا چاہیے کہ جو عمومی طور پر قابل قبول ہو۔ اس کا جواب ایسا ہونا چاہیے جو ہماری اجتماعی زندگی کی کوئی عملی صورت سامنے لا سکے، لہٰذا اسے قبول یا مسترد کرنے سے ماحول پر کوئی نہ کوئی اثر ضرور پڑے گا۔ چاہے وہ امن و ہم آہنگی کے حوالے سے ہو یا ناہمواری کے لحاظ سے۔

ہم جانتے ہیں کہ معاشروں کا مطالعہ بہت سے نئے تجربات کو سامنے لاتا ہے۔ قبل ازیں کچھ نقطہ ہائے نظر، تصورات اور نظریات صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے مرتب ہوئے۔ جہاں تک معلوم تاریخ کا تعلق ہے ہر دور میں سماجی مسائل کا سامنا رہا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں نئے مسائل کا اضافہ ہوتا رہا ہے اور سماج کے مزید پیچیدہ ہونے کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سلگتے ہوئے سماجی مسائل تھے جنھوں نے قوموں، بادشاہتوں، قبیلوں اور خاندانوں تک کو تقسیم کر دیا۔ یہ تقسیم آگے بڑھ کر دشمنی اور خونیں معرکوں کا باعث بھی بنی۔ متعدد سوالات پر امن زندگی کی ایک آرزو کیلئے درپیش تھے۔ تاہم یہ آسانی سے حاصل ہونے والا ہدف نہیں ہے۔ ان معرکوں اور ان کے حل کے حوالے سے مذہب بھی اپنی سادگیوں اور پیچیدگیوں کے ساتھ موجود ہے۔ خدا کی بالادستی کا مذہبی نقطۂ نظر، بقائے خود (بقائے اصلح) کے سماجی طرز فکر کا مخالف ہے۔ مذہبی نقطہ نظر کے مطابق ایک شخص اپنے آپ کی نفی کرتا اور خدا کی بالادستی کو تسلیم کرتا ہے اور اپنے تئیں رضائے الٰہی کے سپرد کر دیتا ہے۔ لہٰذا مذہب اور سماج کے مابین کچھ اختلافات ہیں، اس کے باوجود دونوں ساتھ ساتھ موجود ہیں۔

نظام ہائے الٰہیات کی تشکیل

ایک مرتبہ جی کے چیسٹرٹن (G.K. Chesterton) نے کہا تھا:

> جتنے سوالات دریافت کرنا تھے وہ ہم کر چکے ہیں۔ اب ہمیں جوابات دریافت کرنا ہیں۔

جوابات کی تلاش سے پہلے ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے وجود کا مقصد جانا جائے، اللہ اور زندگی سے

اپنے تعلق کو سمجھا جائے۔ اس سفر میں تہذیبوں کا وجود میں آنا، انسان کی ارتقا کا اگلا مرحلہ تھا۔ ان عوامل کو یقینی تو نہیں لیا گیا تاہم نظریات کے ساتھ ساتھ انہیں بھی فطرت کے حقائق تصور کیا گیا، جنہوں نے الگ الگ ارتقا پایا اور جو ایک دوسرے سے مختلف تھے لہٰذا اتحاد، ہم آہنگی اور اشتراک ابھی دور کی بات تھی۔ اسی موقع پر مذہب بھی سماجی ترقی میں مدد دینے کے لیے موجود رہا۔ اس نے اختلافات کا احترام کیا اور انھیں مختلف نظام ہائے الٰہیات (Theologies) کا نام دیا۔ الٰہیات ایک ایسی چیز قرار دی جاسکتی ہے جو کلام خدا پر یہ جاننے کے لیے تحقیقات کرے کہ اس نے اپنے بارے میں کیا کہا ہے۔ وہ تمام چیزوں کا آغاز وانجام اور ابتداء وانتہا ہے۔ اس لیے الٰہیات کو انہی خطوط پر پیش کیا گیا۔ جن کے بارے میں رومیوں کے نام اپنے خط میں سینٹ پال نے واضح طور پر کہا:

اسی کی طرف سے اور اسی کے وسیلے سے اور اسی کے لئے سب
چیزیں ہیں۔ (11:36)

الٰہیات ایک ایسی چیز قرار دی جاسکتی ہے جو کلام خدا پر یہ جاننے کے لیے تحقیقات کرے کہ اس نے اپنے بارے میں کیا کہا ہے۔

یونانی بنیاد رکھنے والی الٰہیات *(Theology)* کا مطلب ہے خدا کا مطالعہ اور علم *(Theos-Logos)*۔ لہٰذا الٰہیات خدا کو اس طرح سے سمجھنے کی کوشش کا نام ہے جس طرح سے اسے مقدس کتاب میں اتارا گیا ہے۔ اگر چہ اس کا یقین کامل کر لیا گیا ہے کہ کوئی نظامِ الٰہیات خدا کو ہرگز پوری طرح بیان نہیں کرسکتا کیونکہ اس [اللہ] کے طریقے ہم سے کہیں بلند ہیں۔ تاہم یہ بھی خدا کی خواہش ہے کہ ہم اس کے بارے میں زیادہ معرفت حاصل کریں، کیونکہ ہم جتنی زیادہ اس کی معرفت حاصل کریں گے اتنا ہی اس سے اپنے تعلق کو بڑھا سکیں گے۔ نظام ہائے الٰہیات ایک دوسرے سے مختلف ہوسکتے ہیں لیکن الٰہیات کی تعلیم کا مطلب صرف یہ نہیں کہ تمام اہم مکاتب فکر کے مشترک نقطہ ہائے نظر کو زیر بحث لایا جائے۔ اس تعلیم کا مقصد ایک ایسی آمادگی نہیں جسے سب اپنا موضوع بنائیں اور نہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر کسی کو جو کہنا ہے اسے سنجیدگی سے لیا جائے۔ الٰہیات کی تعلیم کا مقصد اس آمادگی کا پایا جانا ہے کہ آپ دل سے دوسروں کی آراء پر تبصرہ کریں۔ اس طرح کے مکالمے کی دعوت کا اصل مقصد حق تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ معرفت حاصل کرنا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نظام ہائے الٰہیات ہم سب کے لیے وجود خدا اور اس کی رضا کی معرفت کے لیے ہیں تو یہ ہماری سماجی زندگی میں مددگار کیسے ہوسکتے ہیں۔ یہ یقین کیا جاتا ہے کہ **سیکولر دنیا میں نظریہ (Ideology) تقریباً وہی چیز ہے جو مسیحی دنیا میں الٰہیات کے نام سے موجود ہے۔** لہٰذا دونوں کی فطرت ایک جیسی ہے۔ الٰہیات کا معاشرے میں بھی ایک مقام ہے اور سماجی باطنیات زیادہ تر نظام ہائے الٰہیات ہی سے اپنے مسائل کا حل پاتی ہیں۔ جیسا کہ امریکہ میں گوروں اور کالوں کے مابین شدید اختلافات تھے جو خونیں فسادات میں تبدیل ہوگئے تھے۔ سیاہ فاموں کی الٰہیات (Black Theology) نے ایک طرف سیاہ کمیونٹی کو اپنے بارے میں اور گوروں سے اپنے اختلافات کو سمجھنے میں مدد دی اور دوسری طرف وہ اس قابل ہوئے کہ دوسروں کو اپنے وجود کے بارے میں بتاسکیں۔ اسی طرح دیگر نظام ہائے الٰہیات مثلاً نسائی الٰہیات، حریت پسندانہ الٰہیات بلکہ بعض مقامی نظام ہائے الٰہیات جیسے منیجنگ الٰہیات (کوریا میں) یا کمی الٰہیات (پاکستان اور بھارت کے حوالے سے) اور اس سے ملتے جلتے دیگر نظام ہائے الٰہیات نے پسے ہوئے لوگوں کی فریادوں اور پریشانیوں کو موثر اور غیر متشددانہ طریقے سے پیش کرنے میں مدد دی۔ نتیجۃً ہر حقیقی نظام الٰہیات کو ہر

مقام پر استحصال کی تمام اقسام کے خلاف ضرور جنگ کرنا چاہیے، یہ استحصال صنفی حوالے سے ہو، نسل پرستی کی صورت میں ہو، ذات برادری کے لحاظ سے ہو، ثقافتی اعتبار سے ہو یا مذہبی اختلاف کی بنیاد پر۔ لہٰذا تمام نظام ہائے الٰہیات استحصال کی تمام صورتوں کے شکار لوگوں کی پشتیبانی کے لیے مقدس کتاب کے ہمراہ موجود ہیں۔

ایسے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا نظام ہائے الٰہیات ہی سماجی یا مذہبی مسائل حل کرنے کا واحد راستہ ہیں یا کوئی مختلف چیز بھی ہوسکتی ہے۔ اگرچہ سیکولر دنیا میں مسائل کے حل کے لیے متعدد کامیاب طریقے موجود ہیں لیکن اختلافات کا تصور اس کے ہاں بھی ہمیشہ موجود رہتا ہے۔۔۔ بشمول ان کے جنھیں اپنی الٰہیاتی صورت حال کو کوئی نام دینے کا راستہ سجھائی نہیں دیا۔ ہر ایک کے اپنے مخصوص مفادات، ترجیحات، نقطہ ہائے نظر، تجزیات اور مقاصد ہیں، اپنے خاص سماجی سیاق وسباق کی ضروریات کی بنیاد پر۔

الٰہیات کا مطالعہ زیادہ تر دیگر مذہبی تصورات عناوین کے مطالعے کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے۔ اس کے موضوعات روح، جنت، جہنم، محبت، خدا کے لیے محبت، زندگی، امید، حیات بعد از ممات مذہبی رسوم اور بہت سے دیگر جو ذہن میں آئیں، ہوسکتے ہیں۔ یہ زیادہ تر اس لیے ہے کہ الٰہیات بیشتر مقدس متن پر مبنی ہوتی ہے اور یسوع مسیح کا بڑا مقصد غریب کو بدحالی اور استحصال سے نجات دلانا تھا۔ ان کا موقف ان یہودیوں کے بھی خلاف تھا جو استحصال اور ظلم کے ایجنٹ تھے۔ لہٰذا وہ مذہبی افراد جو بائبل کے متن سے قوت حاصل کرتے ہیں، ہماری سوسائٹی میں مختلف شکلوں میں موجود شیطان کو نکال باہر کرنے کا منصب سنبھالتے ہیں۔

نظام ہائے الٰہیات ایک دوسرے سے مختلف ہوسکتے ہیں لیکن الٰہیات کی تعلیم کا مطلب صرف یہ نہیں کہ تمام اہم مکاتب فکر کے مشترک نقطہ ہائے نظر کو زیر بحث لایا جائے۔

نظام ہائے الٰہیات کا تعارف

الٰہیات کو عقائد کی پراگندگی اور اختلاف کی کمیت کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے، بجائے جوڑنے والی اور سادہ قوت کے طور پر۔ تاہم عام طور پر یہ یقین کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے عام زندگی میں جس آسانی اور سکون کا تجربہ کیا ہے ویسی ہی آسانی وہ دوسرے کی زندگی میں لاسکتا ہے۔ لہٰذا یہ فرض کیا گیا ہے کہ نظام ہائے الٰہیات کا گہرا اثر نہ فقط ان علاقوں میں ظاہر ہوگا جن میں وہ پھلے پھولے ہیں بلکہ یہ ان دور دراز کے ممالک اور براعظموں کے لیے بھی مفید ہوں گے، جن کا ان علاقوں سے بالکل کوئی تعلق نہیں۔

نظام ہائے الٰہیات میں ہم یوں فرق کرسکتے ہیں:

۱-فطری الٰہیات ۲-الہامی الٰہیات ۳-روایتی الٰہیات ۴-انفرادی الہام

فطری الٰہیات

یہ دنیائے فطرت کے علم اور انسانی فکر کی بنیاد پر استوار ہے۔ یہ ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں مختلف ہوسکتی ہے تاہم اس کا ماخذ ایک ہی ہوتا ہے۔ سینٹ پال کے الفاظ میں اسے یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

> آسمان سے اللہ کا غصہ ان آدمیوں کی خدا فراموشی اور بداعمالی کے خلاف نازل ہوسکتا ہے جنھوں نے اپنی بداعمالی کے ذریعے سچ کو دبایا کیونکہ خدا کے بارے میں جو کچھ جانا جاسکتا ہے ان پر واضح ہے کیونکہ اللہ نے یہ ان پر واضح کیا ہے۔ اس لیے کہ تخلیق دنیا کے حوالے سے اللہ کی ناقابل رویت خصوصیات۔۔۔ اس کی قدرت لایزال اور پاک فطرت۔۔۔ کو دیکھا جاچکا ہے، جو کچھ بنایا گیا ہے ان سے انھیں سمجھا جاسکتا ہے، لہٰذا آدمیوں کے پاس کوئی عذر نہیں۔ خدا کو جاننے کے باوجود انھوں نے اس کی ثنا نہیں کی اور نہ خدا جان کر اس کا شکر ادا کیا ہے جبکہ ان

کی سوچ بے نتیجہ ہوگئی اور ان کے نادان دل اندھیرے میں ڈوب گئے۔ اگرچہ انھوں نے
اپنے سمجھ دار ہونے کا دعویٰ کیا لیکن وہ احمق ہوگئے اور انھوں نے خدائے لم یزل کی ثنا کو اپنے
ان تصورات سے بدل لیا جو فانی انسان، پرندوں، حیوانوں اور کیڑے مکوڑوں کو دیکھنے کے
لیے بنائے گئے تھے۔ (1:18-23 رومیوں کے نام)

پس یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ فطری الٰہیات انسانیت کو اللہ کے معجزانہ کام کے بارے میں پھر سے سوچنے اور سمجھنے میں مدد دے۔ خود تخلیق کردہ الٰہیات کے بجائے بہتر ہے کہ بصیرت الٰہی کے ساتھ چلا جائے اور اس کی تخلیق کو آشکار کرنے کی کوشش کی جائے۔

الٰہیات خدا کو اس طرح سے سمجھنے کی کوشش کا نام ہے جس طرح سے اسے مقدس کتاب میں اتارا گیا ہے۔

الہامی الٰہیات

انسانوں کے لیے اللہ کی نازل کردہ جو بائبل میں موجود ہے مُنزل یا الہامی الٰہیات ہے۔ ماورائے فطرت نزول یا کسی قسم کا مقدس عقیدہ اسے ایک مثالی طریقے سے بیان کرتا ہے۔ حضرت داوٴدؑ علم بشریات (Anthropology) کو یوں بیان کرتے ہیں:

> افلاک خدا کی حمد کرتے ہیں۔ آسمان اس کے ہاتھوں کے کام کا اعلان کرتے ہیں۔ ہر روز وہ بیان سامنے لاتے ہیں، ہر رات وہ علم پیش کرتے ہیں۔ کوئی بیان یا زبان ایسی نہیں جس میں ان کی آواز سنائی نہ دے۔ ان کی آواز ساری زمین پر پھیل جاتی ہے، ان کے الفاظ دنیا کے اختتام تک۔۔۔ مولا کا قانون کامل ہے جو روح کو زندہ کرتا ہے۔ مولا کے قوانین معتبر ہیں۔ باشعور بنانے والے سادہ سونے سے زیادہ گراں قدر ہیں۔۔۔ خالص ترین سونے سے بھی بڑھ کر۔ وہ شہد سے زیادہ شیریں ہیں، اس شہد سے جو چھتے سے حاصل کیا جائے۔ (Ps. 13:1-4,7,10)

اس مقام پر داوٴدؑ باطنیت کے راز سے پردہ اٹھاتے ہیں جسے حضرت عیسیٰؑ نے بھی یوں بیان کیا ہے:

> تم سب جو بھاری بوجھ اٹھائے اٹھائے تھک گئے ہو میری طرف آوٴ میں تمھیں آرام دوں گا۔ میری زنجیر لے جاوٴ اور اسے پہن لو اور مجھ سے سیکھو کیونکہ میں ایک شریف اور رحمدل روح ہوں اور تم آرام پاوٴ گے۔ یہ زنجیر جو میں تمہیں دوں گا آسان ہے اور جو بوجھ میں تم پر ڈالوں گا ہلکا ہے۔ (11:28-30 متی کی انجیل)

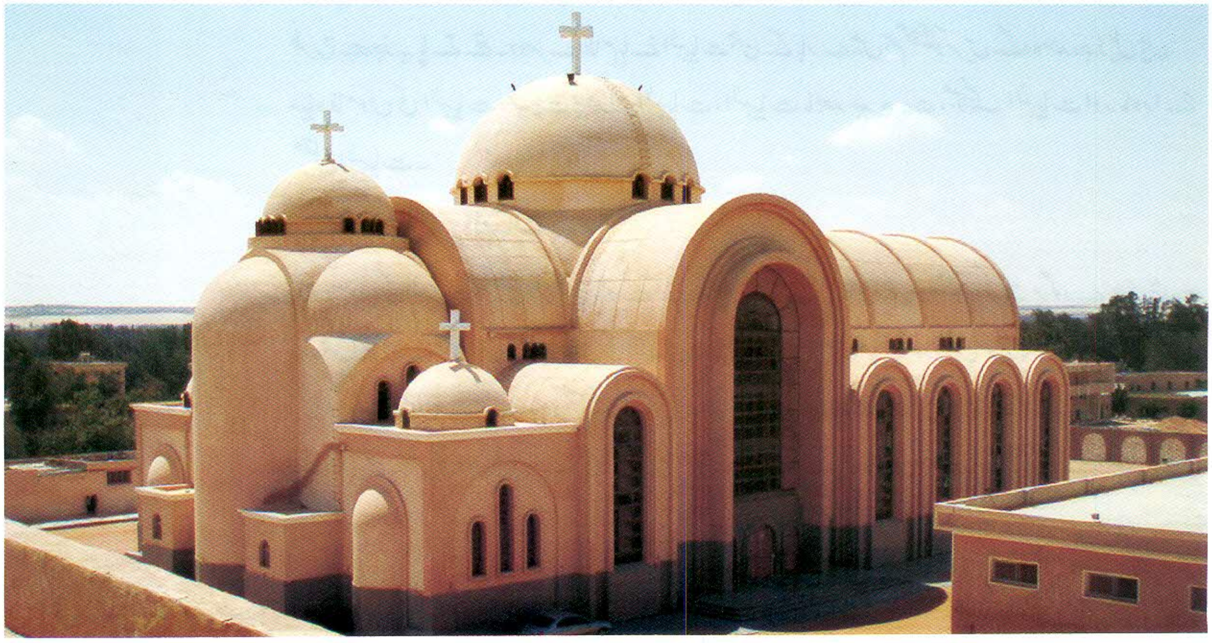

لٰہذا یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہر عیسائی مُنزل الٰہیات کی طرف رجوع کرے اور زیادہ معرفت حاصل کرے بجائے اس کے کہ وہ روایتی راستوں کا مطالعہ کرے لیکن منزل یا الہامی الٰہیات زندگی کو مختلف معنی دیتی ہے۔

روایتی الٰہیات

روایتی الٰہیات ان کتابوں کے متن یا عبارات پر مبنی ہے جو مختلف عنوانات کے تحت ہے۔ یہ ابتدائی شکل ہو سکتی ہے لیکن خود ایک مکمل قانون نہیں ہے۔ انجیل میں Dogma سیزر کے اس فرمان میں مل سکتا ہے:

اس وقت آگسٹس بادشاہ نے حکم دیا کہ ساری رومی سلطنت کی مردم شماری کی جائے (1 : 2 لوقا کی انجیل)

نیز یروشلم میں حواریوں کی کونسل کے اس فرمان میں:

وہ سب بادشاہ کے قوانین توڑ رہے ہیں، یہ کہتے ہوئے کہ کوئی اور بادشاہ بھی ہے جس کا نام یسوع ہے۔ (17:7 اعمال)

اور یسوع موسوی قانون کو تبدیل کرتے ہیں:

اس نے اپنے احکام وقوانین کے ذریعے یہودی قانون ختم کر دیا تا کہ دونسلوں میں سے اپنے ساتھ لوگوں کے ایک نئے اتحاد کو معرض وجود میں لا سکے تا کہ اس طرح سے امن قائم کر سکے۔ (2:15 افسیوں کے نام)

یہ عبارات واضح طور پر مختلف زمانوں کو بیان کرتی ہیں، جو صرف ایک منطقی تجربے کا نظام ہے اور روایتی الٰہیات اپنی قدریں کھو دیتی ہے اگر یہ زندہ مسائل میں اپنی تعبیر نو اسی طرح سے نہ کرے جس طرح جو کچھ ہو چکا ہے اُس کے لئے اس نے حل پیش کیا تھا۔[۴]

سیکولر دنیا میں نظریہ (Ideology) تقریباً وہی چیز ہے جو مسیحی دنیا میں الٰہیات کے نام سے موجود ہے۔

انفرادی الہام:

ہم سب اس امر کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ ایسا کر سکتا ہے اور اکثر کرتا ہے کہ اپنے آپ کو آشکار کرتا ہے۔ آدم سے لے کر آج تک لوگوں کا اللہ سے بلا واسطہ اور قریبی ارتباط کا تجربہ رہا ہے۔ یہ ارتباط خواب کی صورت میں، مادی طور پر یا روحانی کمک یا شفا یا کسی بھی اور طریقے سے جو کوئی سوچ سکتا ہے، ہو سکتا ہے۔ یہ ایک منفرد طریقے کی الٰہیات ہے جو کسی کے انفرادی تجربے/ تجربات کے طور پر بیان ہوتی ہے۔

الٰہیات کی اور بھی متعدد قسمیں یا طریقے ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ یہ کسی کے ذاتی تجربے، متاثر ہونے یا نجات پانے کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں مختلف عنوانات کی ایک طویل فہرست ہمارے پاس ہے البتہ ہم ان میں سے صرف چند کا ذکر ان کے وجود اور سوسائٹی پر ان کے اثر کو دیکھنے کے لیے کریں گے۔ یہ بھی آشکار ہوگا کہ یہ تحریکیں کس طرح سے مقدس کتاب سے مربوط تھیں اور بائیبل اور الٰہیاتی تاویلات دونوں کی موجودگی میں لوگ کس طرح سے جذبہ پاتے تھے۔ دوسرے نظام ہائے الٰہیات جن کے بارے میں ہم گفتگو کریں گے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

سیاہ فاموں کی الٰہیات، حریت پسندانہ الٰہیات، الٰہیات مابعد جدیدیت، میجنگ الٰہیات اور ماورائے عقل الٰہیات۔

سیاہ فاموں کی الٰہیات

سیاہ فاموں کی الٰہیات کا تعلق افریقی بنیاد سے ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی میں براعظم افریقہ پر گورے بڑی شدت سے حملہ آور ہوئے اور وہاں کے باسیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو غلام بنا لیا گیا اور انھیں سفید فاموں کے علاقے میں بھیج دیا گیا۔ کالوں نے بہت زیادہ مصیبتیں اٹھائیں، ان میں سے بہت سے فاقہ کشی اور سرد موسم کے ہاتھوں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ افریقی امریکیوں نے اپنی آزادی کی تحریک شروع کی۔ سیاہ فاموں کی الٰہیات کے ذریعے انھوں نے یہ

پیغام دیا کہ افریقی امریکی بھی برابر کے انسان ہیں اورانھوں نے بھی یسوع مسیح کو اپنے نجات دہندہ اور مولا کے طور پر قبول کیا ہے۔ آقا اور غلام کا تعلق انھیں کس طرح سے تقسیم کرسکتا ہے جبکہ دونوں مساوی قرار دیے گئے ہیں۔

معاصر سیاہ فاموں کی الٰہیات کی جدید امریکی بنیادوں کو 31 جولائی 1966 سے تلاش کیا جا سکتا ہے جب 51 کالے عبوری پادریوں کے گروپ نے جو اپنے آپ کو نیگر و کلیسائیوں کی قومی کمیٹی کہتے تھے، ایک تجویز شائع کی جو نسل پرستی کے خلاف جنگ کے حوالے سے زیادہ جارحانہ نقطہ نظر تھا۔ اس سلسلے میں جوش دلانے کے لئے انھوں نے بائبل کو استعمال کیا۔ جیمز کون اور ڈی وائٹ ہوپکنز اور دیگر متعدد دانشوروں کو اُن نمایاں مذہبی راہنماؤں میں شمار کیا جاتا ہے جو فیلڈ میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

نسائی الٰهيات

نسائی الٰہیات ایک ایسی تحریک ہے جو روایات، رسوم اور تشریحات کو نسائی حوالے سے از سر نو پیش نظر رکھنے سے عبارت ہے۔ نسائی مذہبی دانشوروں کا مقصد یہ ہے کہ مذہبی علماء اور مذہبی مقتدرہ میں نوجوان خواتین کے کردار کو بڑھایا جائے نیز خدا کے بارے میں تصور اور زبان کے مردانہ تفوق کی از سر نو تعبیر کی جائے جس میں ماں کی حیثیت سے عورت کے مقام کو ملحوظ رکھا جائے اور مذہبی مقدس کتابوں میں عورت کے تصورات کا مطالعہ کیا جائے۔

متعدد نسائی مذہبی دانشوروں نے اللہ کے لئے بے صنف یا کثیر الاصناف زبان استعمال کی ہے۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ زبان خدا کے برتاؤ اور ذات کے بارے میں عقیدے پر قوی اثرات مرتب کرتی ہے۔

نسائی الٰهيات ايك ايسی تحريك هے جو روايات ، رسوم اور تشريحات كو نسائی حوالے سے از سر نو پيش نظر ركھنے سے عبارت هے۔

حريت پسندانه الٰهيات

جیسا کہ اس معنی سے سمجھا جا سکتا ہے حریت پسندانہ الٰہیات بلا واسطہ پسے ہوئے لوگوں کی آزادی سے مربوط ہے۔ یہاں حضرت عیسٰی کو صرف ایک نجات دہندہ کے طور پر نہیں دیکھا جاتا بلکہ زیادہ زور اس امر پر دیا جاتا ہے کہ وہ پسے ہوئے لوگوں کو آزادی دلانے والے ہیں۔ یہ الٰہیات غریبوں اور پسے ہوؤں کے لئے انصاف کی فراہمی پر زور دیتی ہے، خاص طور پر سیاسی فعالیت کے ذریعے۔ حریت پسندانہ الٰہیات نے زیادہ تر لاطینی امریکہ کے ممالک میں ارتقا پایا، جہاں مظلوم اور پسے ہوئے لوگوں نے جو پکے مومن بھی تھے، تاکہ عیسائی مذہب سے کوئی طاقتور چیز حاصل کریں۔ اس سلسلے میں چرچ کی سماجی تنظیم ایک قابل ذکر خصوصی قدم ہے اور یہ غریب کے لئے ترجیحی انتخاب پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ بنیادی گروہ (Base Communities) بنائے گئے جنھوں نے چرچ سے باہر بائبل کا مطالعہ کیا۔ ان بنیادی گروہوں کی طرف سے praxis کی اصطلاح استعمال کی جاتی تھی، جو لفظ کو پڑھنے اور دن بھر اُس پر عمل کرنے کی کوشش تھی اور پھر بار دیگر شام کو وہی مقدس نوشتہ پڑھا جاتا تھا۔ اس مشق نے عوام کو یہ سمجھنے میں مدد دی کہ کس طرح مقدس کتاب نے دن بھر اُن کی عملی زندگی میں اُنکی مدد کی۔

مينجنگ الٰهيـات

مینجنگ الٰہیات (Minjung Theology) 1970 کی دہائی میں جنوبی کوریا میں ظہور پذیر ہوئی۔ اس نے جنوبی کوریا کے عیسائیوں کی سماجی انصاف کے حصول کی جدوجہد سے جذبہ حاصل کیا۔ کوریائی زبان میں مینجنگ کا معنی ہے ''عام لوگ'' لہٰذا یہ ایک عوامی نظریہ الٰہیات ہے۔ یہ کوریائی حقیقت کے حوالے سے دین عیسوی کی سیاسی تاویلات کی نشوونما ہے۔

یہ یقین کیا جاتا ہے کہ کوریائی لوگوں نے اپنی کتاب مقدس کی تشریحات میں اپنی عقل عام کو استعمال کیا۔ وہ بائبل کا مطالعہ ان کہانیوں کی اقساط کے طور پر کرتے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے شدید دباؤ کے حالات میں چھوٹوں کی حفاظت کے لئے کیا کیا ہے۔ ایک زندہ مثال کے طور پر انھوں نے بائبل کی کہانیوں کو جاپان کے ماتحت کوریا کی زیردستی کی کہانی سے مربوط کر دیا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا خدا اُن کی اپنی شناخت کی حفاظت کی جدوجہد میں اُن کے ساتھ ہے۔ اسی طرح اُنھوں نے بائبل کی دیگر متعدد کہانیوں کو اپنی جدوجہد سے مربوط کر لیا اور اس سے قوت حاصل کی۔

حاصل کلام

متعدد نظام ہائے الٰہیات کے بارے میں سطور بالا میں کی گئی بحث اور وضاحت کی روشنی میں یہ شہادت ملتی ہے کہ یسوع مسیح کے مذہب اور قربانی سے یہ واضح پیغام ملتا ہے کہ انھوں نے اپنی جان غریب اور مظلوم کے لئے قربان کی۔ ہم عہد نامہ جدید سے یہ واضح پیغام اخذ کرتے ہیں کہ یسوع نے انھیں غربت، بیماری، ناانصافی اور ظلم کے خلاف جنگ پر ابھارا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یسوع نے انھیں یہ بھی سکھایا ہے کہ ہمیں قانون کی خلاف ورزی نہیں کرنی، لیکن معیارات کے اندر زندگی گزارتے ہوئے۔

یسوع متعدد تمثیلیں بروئے کار لائے اور انھوں نے معجزات کے ذریعے غریب اور پسے ہوئے انسان کو سماجی انصاف مہیا کرنے کی عملی مثال پیش کی۔ انھوں نے اندھی تقلید اور جمود کو للکارا۔ انھوں نے پسے ہوئے انسانوں کو اُن کے حقوق جاننے میں مدد کی جو لوگ سماجی برائی کے خلاف چلے۔ آغاز خطبہ (Beatitudes) میں اُن کی انھوں نے پوری حمایت کی اور اُنھیں برکت دی۔

ان مثالوں کی روشنی میں جب ہم ان نظام ہائے الٰہیات کی تعریف اور عملی پس منظر کو دیکھتے ہیں تو ہمیں کسی حد تک ملتی جلتی صورت حال ملتی ہے جہاں غریب، پسے ہوئے اور مظلوم لوگ طاقت ور ظالموں کے خلاف اُٹھے اور سماجی برائی سے نجات تک اپنی غیر مشروط حمایت کا اعلان کیا۔ تمام قسم کے نظام ہائے الٰہیات اپنے پس منظر میں ملتی جلتی کہانیاں رکھتے ہیں۔ اگر جنوبی کوریا میں مینجنگ (عام آدمی) نے اللہ کو اسی طرح اپنے ساتھ پایا جیسے اُس نے موسیٰ کی مدد کی تھی، اسی طرح پاکستان میں کمی نظام الٰہیات غریبوں کی بہت مدد کرتا ہے جو یسوع کو اپنے درمیان پاتے ہیں، اُس وقت بھی جب وہ جانوروں اور دوسرے بے گھر لوگوں کے درمیان ایک چارہ دان میں پیدا ہوئے۔ مریم اور یوسف امیر لوگ نہ تھے لیکن تین سمجھدار آدمی یوسف کی تلاش میں بادشاہ کے پاس گئے۔ اسی طرح ہم پاکستانی مسیحی یسوع کو اپنی بستیوں میں اپنے مٹی کے گھروں میں اپنے گرد پاتے ہیں، بالکل اپنے درمیان لیکن ساتھ ساتھ ہمارے پاس ایسے سمجھدار لوگ بھی ہیں جو یسوع کو ہمیشہ محلات میں تلاش کرتے ہیں۔ تاہم حقیقی جدوجہد غریبوں کے مابین ہے، اُنھیں سماجی انصاف مہیا کرنے کے لئے، انھیں کچھ روٹی دینے کے لئے، اُن کے بیمار کی نگہداشت کے لئے، اُن کے بچوں کی تعلیم کے لئے اور سب سے بڑھ کر اُن کے شعور کی بلندی کے لئے۔

لہٰذا ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ مغربی عیسائیت نے مسیحی اقدار کو دور کر دیا ہے اور اسے نئے افکار سے بھر دیا ہے۔ یہ کسی حد تک درست ہو سکتے ہیں لیکن درحقیقت یہ بھی سچ ہے کہ ظلم کے خلاف کچھ تحریکیں بھی مغرب سے شروع ہوئیں۔ ہم نے مشرق میں جذبہ حاصل کیا اور اپنے آپ کو نہ فقط اللہ کے زیادہ قریب پایا بلکہ اپنے اُن بھائی بہنوں کے بھی زیادہ نزدیک پایا جو پسے ہوئے ہیں اور ایسے ظلم کے خلاف جنگ آزما ہیں۔

متعدد نسائی مذہبی دانشوروں نے اللہ کے لئے بے صنف یا کثیر الاصناف زبان استعمال کی ہے۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ زبان خدا کے برتاؤ اور ذات کے بارے میں عقیدے پر قوی اثرات مرتب کرتی ہے۔